

اسلامی حکومت کی شرعی حیثیت

محمد حسین*

مطلاوب احمد**

اللہ تعالیٰ نے کائنات میں انسان کو اپنا جانشین اور نائب بنایا اور جب حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کرنا چاہی تو اسے اپنا خلیفہ قرار دے دیا۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿إِنَّمَا يُحِلُّ لِلْأَرْضِ مَا يُنْهَا فِي الْأَرْضِ وَمَا يُنْهَا إِلَّا مِنْ حَلِيلَةٍ﴾ (۱)

”ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب“

امام قرطی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”هذه الآية أصل في نصب أمٍّ و خليفة يُسمَع له و يطاع: لتجتمع به الكلمة، وتنفذ به

أحكام الخليفة، ولا خلاف في وجوب ذلك بين الأمة ولا بين الأمة“ (۲)

”یہ آیت امام و خلیفہ (اسلامی حکمران) کے تقرر کے بارے میں قاعدہ کلیہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ ایسا امام جس کی بات سنی جائے اور اس کی اطاعت کی جائے تاکہ کلمہ (اسلام کی شیرازہ بندی) اس سے مجتمع رہے اور خلیفہ (اسلامی حکمران) کے احکام نافذ ہوں۔ امت اور آئندہ میں اسلامی حکومت کے تقرر واجب (فرض کفایہ) ہونے میں اختلاف نہیں۔

مندرجہ بالا آیت کی تفسیر سے یہ بات ثابت ہو گی کہ اسلامی حکومت کے حکمران کا تقرر واجب ہے جس کے بارے میں فقہاء کرام میں کوئی اختلاف نہیں۔

وہ تمام آیات احکام جن کا تعلق حکومت کے ساتھ ہے۔ ان کا نفاذ اور اجراء حاکم و خلیفہ کے وجود پر موقوف ہے۔

جب تک اسلامی حکومت کا قیام عمل میں نہیں آتا۔ اسلامی حکمران صاحب اقتدار نہیں ہوتا۔ اس کے تحت اسلامی عدالتی نظام قائم نہیں ہوتا۔ تب تک قرآنی احکام پر عملدرآمد نہیں ہو سکتا۔

امام عبدالقدوس قادر الغدادی لکھتے ہیں:

”وقد وردت الشريعة باحكام لا يتولاها الامام او حاكم من قبله كاقامة الحدود على

الاحرار.“ (۳)

”شریعت میں ایسے احکامات وارد ہوئے ہیں جن کو امام یا اس کی طرف سے مقرر کردہ حاکم ہی سرانجام دے سکتا ہے جیسے آزاد لوگوں پر حدود کا قیام“۔

* یونیورسٹی آف ایجکیشن، ٹاؤن شپ کیپس، لاہور، پاکستان

** ایسوی ایٹ پروفیسر، گورنمنٹ کالج آف کارمس، عبد اللہ پور فیصل آباد، پاکستان

ان احکام کے نفاذ کی فرضیت سے اسلامی حکومت و حکمران کے تقرر کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔

علامہ تقیازانی (م-۶۹۷ھ) لکھتے ہیں:

”ان الشاعع امر بِاقامة الحدود و سدا الشعور و تجهیز الجیوش للجهاد و کثیر من الأمور المتعلقة بحفظ النظام و حماية بيعة الاسلام مملاities الابالامام و مالا يتم الواجب المتطلق الابه و كان مقدوراً فهو واجب.“ (۲)

”شارع نے حدود قائم کرنے سرحدوں کی حفاظت، جہاد کے لئے لشکر کو تیار کرنے اور بہت سے ایسے امور کا حکم دیا ہے جو نظام کی حفاظت اور مرکز اسلام کے تحفظ کے متعلق ہیں جو کہ امام (خلیفہ) کے بغیر انہیں ہو سکتے اور جو مطلق فریضہ ہیں۔ جس چیز کے بغیر فرض پورا نہ ہو۔ وہ فرض ہے۔“

اسی چیز کے پیش نظر امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

”ولَانَ اللَّهُ تَعَالَى أوجَبَ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَا يَتَمَذَّلُ الْإِبْقَوَةُ وَإِمَارَةٌ وَكَذَلِكَ سَائِرُ مَا أوجَبَهُ مِنَ الْجَهَادِ وَاقْمَاتِ الْحَجَّ وَالْجَمْعِ وَالْأَعِيَادِ وَنَصْرِ الْمُظْلُومِ وَاقْمَاتِ الْحَدُودِ لَا يَتَمَذَّلُ الْإِبْقَوَةُ وَالْأَمَارَةُ“ (۵)

”اور اس لئے اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف اور نہیں عن المنکر کو واجب (فرض کفایہ) کہا ہے اور یہ طاقت اور اسلامی حکومت کے بغیر پورا نہیں ہوتا۔ اسی طرح سے وہ تمام احکام جن کو اللہ نے واجب کیا ہے یعنی جہاد، عدل کا قیام، حج و جمعہ، عیدین کی اقامت، مظلوم کی مدد، اقامت حدود و امارت کے بغیر پورے نہیں ہوتے۔“

رسول ﷺ نے خلیفہ کے وجود کو فرض قرار دیا ہے:

”من مات وليس عليه امام مات ميتة جاهلية“ (۶)

”جو شخص اس حال میں مرا کہ اس پر کوئی امام (اسلامی حکومت) نہیں تو وہ جاہلیت کی سی موت مرا۔“

”وَمَنْ ماتَ وَلَيْسَ فِي عَنْقِهِ بِعِيَّةً مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً“ (۷)

”جو شخص اس حال میں مرا کہ اس گردن میں کسی (خلیفہ) کی بیعت نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔“

ان احادیث مبارکہ میں رسول اللہ نے خلیفہ کی بیعت کو فرض قرار دیا ہے اور خلیفہ کی بیعت اس کے تقرر کے بغیر نہیں ہو سکتی اور اس کا تقرر اسلامی حکومت کے بغیر ممکن نہیں۔ لہذا یہ چیز خود بخود فرض ہو گئی۔

ملاعی القاری ”شرح الفقه الاصغر“ میں لکھتے ہیں:

”فقد اجمعوا على وجوب نصب الامام“ (۸)

”یعنی آئمہ کا اجماع ہے کہ امام کا تقرر واجب (فرض کفایہ) ہے“

امام الماوردی لکھتے ہیں:

”و عقد الامام ممن يقوم بها في الامة واجب بالاجماع“۔ (۹)

”او رامامت کا عقد اس شخص کے لیے جو امت میں اس کا قیام کر سکے۔ بالاجماع واجب ہے۔“

علامہ ابن حزم الطاہری لکھتے ہیں:

”اتفق جميع اهل السنة وجميع المعرفة وجميع الشيعة وجميع الخوارج على وجوب الامامة“۔ (۱۰)

”تمام اہل سنت، مرجییہ، شیعہ، خوارج سب کا اتفاق ہے کہ نسب امام کا تقریر واجب ہے (فرض کفایہ) ہے۔“

فقہاء کے نزدیک خلافت کا قیام اور خلیفہ کا تقریب ابتدائی طور پر فرض کفایہ ہے۔ لیکن اگر اسے مقررہ مدت کے اندر ادا نہ کیا جائے تو فرض عین ہو جاتا ہے۔ (۱۱)

امام الحرمین اس اصول کے متعلق لکھتے ہیں:

” ولو فرض تعطیل فرض من فروض الكفایات لعم الماثم على الكاففة على اختلاف الرتب والدرجات ثم ما يقتضي عليه بانه من فروض الكفایات قد يتعين على بعض الناس في بعض الاوقات فان من مات رفيقه في طريقه ولم يحضر موته غيره تعين عليه القيام بغضله ودفعه وتکفنه“۔ (۱۲)

”اگر بالفرض فروض کفایہ میں سے کوئی فرض کفایہ معطل ہو جائے تو تمام لوگ حسب مراتب گناہ گار ہوں گے۔ فرض کفایہ بعض اوقات بعض لوگوں پر فرض عین ہو جاتے ہیں اس لئے جس شخص کا شریک سفر راستے میں فوت ہو جائے اور ان کے علاوہ کوئی تیسرانہ ہواں لیے جس شخص کا شریک سفر راستے میں فوت ہو گیا ہے تو اس پر اس کے غسل تجویز اور تکفین کا انتظام کرنا عین فرض ہو جاتا ہے۔“

حضرت عوف بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”خیار ائمتكُمُ الذين تحبونهم ويحبونكم، ويصلون عليكم وتصلون عليهم وشرارُ

ائمتكُمُ الذين تبغضونهم ويبغضونكم وتلعنونهم ويلعنونكم“ (۱۳)

”تمہارے بہترین حاکم وہ ہیں جنہیں تم پسند کرتے ہو (محبت کرتے ہو) اور وہ تم سے محبت کرتے ہیں اور برے حاکم تمہارے وہ ہیں جن کے تم دشمن ہو وہ تمہارے دشمن ہیں تم ان پر لعنت کرتے ہو وہ تم پر لعنت کرتے ہیں“۔

حضرت ابو موسیٰ روایت کرتے ہیں کہ:

”انطلقت مع رجلاً إِلَيْنَا عَلَيْهِ الْفِتْنَةُ فَتَشَهَّدُ أَحَدُهُمَا، ثُمَّ قَالَ: جَئْنَا لِتَسْتَعِينَ بِنَاعِلِي

عَمْلِكَ، وَقَالَ الْآخَرُ مِثْلُ قَوْلِ صَاحِبِهِ، فَقَالَ: إِنَّكُمْ تَكُونُونَ مِنْ طَلَبَتِهِ. (۱۳)

”میں دو آدمیوں کو ساتھ لے کر بنی ہاشمؐ کے پاس گیا۔ ان میں سے ایک نے خطبہ پڑھائی تشریف پڑھا۔ پھر کہنے لگا، ہم اس واسطے آپ کے پاس آئے کہ آپ ہم سے مدد بیجئے۔ حکومت پر یعنی ہم کو کوئی کام دیجئے، عامل بنائیے، پھر دوسرے نے بھی ایسا ہی کہا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، تم سب میں زیادہ جھوٹا ہمارے نزدیک وہی ہے جو حکومت کو طلب کرے۔“

حضرت عبد اللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ بنی مہر بانی ﷺ نے فرمایا کہ:

”الا كلام راع و كلكم مسؤول عن رعيته“ (۱۵)

”تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور ہر ایک سے سوال ہو گا اس کی رعیت کا“

حضرت ابو علیؓ عبد اللہ بن زید سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بنی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”مَاءِمِنْ أَمِيرِ الْمُسْلِمِينَ، ثُمَّ لَا يَجْهَدُ لَهُمْ وَيَنْصُحُ إِلَّا مَا يَدْخُلُ مَعَهُمْ
الجنة“ (۱۶)

”جو حاکم ہو مسلمانوں کا پھران کی بھلائی میں کوشش نہ کرے اور خالص نیت سے ان کی بہتری نہ چاہے تو وہ ان کے ساتھ جنت میں نہ جائے گا۔“

حضرت عوف بن مالک سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ:

”خِيَارٌ أَئْمَتُكُمُ الَّذِينَ تَحْبُونَهُمْ وَيَحْبُونَكُمْ وَيَصْلُونَ عَلَيْكُمْ وَتَصْلُونَ عَلَيْهِمْ“ (۱۷)

”بہتر حاکم تمہارے وہ ہیں جن کو تم چاہتے ہو اور وہ تم کو چاہتے ہیں۔ وہ تمہارے لئے دعا کرتے ہیں اور تم ان کے لئے دعا کرتے ہو۔“

﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصْفُ الْسِّتْكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَلٌ وَهَذَا حَرَامٌ﴾ (۱۸)

”اور جن چیزوں کے بارے میں مخصوص تمہارا جھوٹا زبانی دعویٰ ہے۔ ان کی نسبت یوں مت کہ دیا کرو۔ کہ فلاںی چیز حلال ہے اور فلاںی چیز حرام ہے۔“

﴿إِتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُوْنِهِ أُولَيَاءَ﴾ (۱۹)

”تم لوگ اس کا اتباع کرو جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے اور خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے فقیوں کا اتباع مت کرو۔“

﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكُفَّارُونَ﴾ (۲۰)

”او جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق فیصلہ نہ کرے۔ سو ایسے لوگ بالکل کافر ہیں۔“

﴿إِنَّمَا تَرَى إِلَى الَّذِينَ يَنْعُمُونَ أَنَّهُمْ أَمْوَالٍ مَّا أُنْوَلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْوَلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَكَّمُوا إِلَيَّ الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكُفُّرُوا بِهِ﴾ (۲۱)

”کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی اور اس کتاب پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئی۔ اپنے مقدمے شیطان کے پاس لے جانا چاہتے ہیں حالانکہ ان کو یہ حکم ہوا ہے کہ اس کو نہ مانیں۔“

دینی ریاست کیوں نہیں:

اس میں شبہ نہیں کہ بے شمار مسلمان جذباتی طور پر اسلامی خطوط پر معاشی، سیاسی فروغ کی خواہش کرتے ہیں۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ ماڈرن ولڈ کی فضائی تعلیم یافتہ لوگوں کے مابین بدیہی خیال پیدا ہو گیا ہے کہ مذہب کو سیاست میں ملوث نہیں ہونا چاہئے اور جبکہ اصول ”لادینیت“، ”ازخود“، ”ترقی“ سے مشخص ہے۔ مذہب کے تحت عملی سیاست اور معاشرتی، معاشی منصوبہ بندی کی طرف غور فکر کے اشارے کو جمعت پسندانہ یا زیادہ سے زیادہ ناقابل عمل کہہ کر رد کر دیا جاتا ہے۔ ظاہر ہفت سے مسلمان تعلیم یافتہ آج اس خیال سے متفق ہیں اور اس میں ہماری دوسرا بہتری ہم عصرانہ زندگی کی شکاؤں میں مغربی طرز فکر نمایاں ہے۔

انہی وجہات کی بنا پر مغرب کے لوگ اپنے مذہب سے مایوس ہو چکے ہیں۔ اس مایوسی کا عکس ان کی اخلاقیاتی، معاشرتی اور سیاسی بدنی کی صورت میں دنیا کے بڑے حصہ میں منعکس ہے۔ اپنے فیصلوں اور اعمال کو قانون اخلاق کے حوالے کرنے کی بجائے جو ہر اعلیٰ مذہب کا مال کا مقصد ہے۔

یہ لوگ مصلحت کو فرض محسن سمجھتے ہیں۔ (مصلحت مختصر وقت میں لفظ کے عملی مفہوم کا نام ہے) کہ عامۃ الناس کے کام اس کے تحت پابند ہوں اور چونکہ خیالات کے مصلحت کیا ہے۔ مختصر گروہ، قوم، فرقہ کے مابین مختلف ہوتے ہیں۔ قوی اور بین الاقوامی سیاسی میدان میں پریشان کن مفاد آن کھڑا ہوا ہے۔ کیونکہ ظاہر ایک گروپ یا قوم کے لئے جو زری حکمت عملی ہے لازماً دوسرا قوم یا گروپ کے لئے مصلحت نہیں ہو سکتی۔ (۲۲)

اسلام نے ریاست اور حکومت کا مغض ایک نیا تصور ہی نہیں دیا بلکہ گوشت پوست کے انسان کی اس دنیا میں اپنے نظری کی ایک ریاست بھی قائم کی اور یہ ریاست طویل عرصہ اپنی بنیادی شکل میں کام کرتی رہی۔ ظاہر ہے اسلامی ریاست اسلامی حکومت کے بغیر بنیادی شکل میں اپنا وجود کھوئی نہیں سکتی یعنی اسے بنیادی طور پر اسلامی ریاست نہیں کہہ سکتے ہیں۔

ایک پیدا شدہ سوال اور اس کا جواب:

اسلامی نظام خلافت امت کے دینی و دنیاوی اور اجتماعی امور کو سرانجام دینے کا ایک مستقل نظام ہے اس لئے اس کا نفاذ امت کا اجتماعی فریضہ ہے۔ اب سوال ہے کہ یہ کام کیا کسی جماعت کی موجودگی سے ہی ممکن ہے یا کسی بھی جماعت کا وجود اس کیلئے ضروری نہیں ہے۔ (۲۳)

کیونکہ ارشادر بانی ہے:

﴿وَلَسْكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَا عَنِ الْمُنْكَرِ
وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (۲۴)

”اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونا ضرور ہے کہ خیر کی طرف بلا یا کرے اور نیک کام کے کرنے کو کہا کرے اور برے کاموں سے روکا کریں اور ایسے لوگ پورے کامیاب ہوں گے۔“

امام ابن الجوزی ایک دوسرے مقام پر آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”والاَمَّةُ هُنَّا: الصَّنْفُ الْوَاحِدُ عَلَى مَقْصِدٍ وَاحِدٍ.“ (۲۵)

امام قرطبی فرماتے ہیں:

”فَمَعْنَى “اَمَّةٌ“ مَقْصِدٌ هُمْ وَاحِدٌ“ (۲۶)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اسی آیت کے تحت فارسی میں لکھتے ہیں:

”یعنی واجب بالکفاية است کر جمعی با مر معروف و نہی از منکر قیام نمایند“ (۲۷)

مطلوب یہ ہے کہ ایسی جماعت جو امر بالمعروف اور نبی عن المنکر کرے اس کا قیام کفایہ یعنی فرض کفایہ ہے۔

شاہ ولی اللہ اسی آیت کی تفسیر میں مزید فرماتے ہیں:

”کہ اس اجتماع کا سبب اس بناء پر کسنۃ اللہ (قانون الہی) اسی طرح جاری ہے۔ یہ ہے کہ ان میں سے ایک جماعت ایسی قائم ہو جائے جو علوم دین کے احیاء (یعنی ان کی تعلیم و نشر و اشتاعت) پر کمرستہ ہو اور جہاد کو اور حدود شرعیہ کو قائم کرے۔ لوگوں کو نیک کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے اور دوسرے لوگ (یعنی جماعت عموم) ان کے احکام کی تعییل کریں اور یہ (یعنی ایسی جماعت کا قیام) دین کے فرائض کفایہ میں سے ہے اور عادات (یعنی قانون) الہی یہ ہے کہ اس امت مرحومہ کا یہ امر (یعنی نظم مذکور) قیام پذیر نہیں ہو گا جب تک کوئی ایسا شخص جس کی فضیلت سب میں مسلم ہو ایسی جماعت کے قائم کرنے کا کام اپنے ہاتھ میں نہ لے۔“ (۲۸)

سنۃ الہیہ یہی ہے کہ امر بالمعروف و نبی عن المنکر کو سرانجام دینے کے لئے با قاعدہ جماعت کا قیام ضروری ہے۔ جو با قاعدہ منظم و مرتب اور ایک لا چک عمل کے تحت مذکورہ فریضہ کو ادا کرے۔ (۲۹)

لا دینی ریاست کی بڑی کمزوری:

ایک (لا دینی) جدید ریاست میں خیر و شر اور درست و نادرست کے ما بین فیصلہ کرنے کا کوئی مستخدم قاعدہ نہیں جو ممکنہ معیار ہے وہ قوم کا مفاد ہے۔ لیکن اخلاقی اقدار کے اہداف کے پیمانہ کی غیر موجودگی میں مختلف گروپوں کے افرادحتی کہ ایک

قوم کے اندر وسیع الخیال کسی شے کو قوم کے مفاد میں ہونا چاہئے، خیالات رکھ سکتے ہیں اور قطعی طور پر رکھ سکتے ہیں اور رکھتے بھی ہیں۔ جبکہ ایک سرمایہ دار پر خاص طور پر سوچ سکتا ہے کہ اگر اشتراکیت معاشی وسیع المشرقی پر فوکیت حاصل کر لیتے ہے تو تہذیب فنا ہو سکتی ہے۔ اس پر خاص طور پر اشتراکی رائے یہ ہو سکتی ہے کہ تہذیب کی بقاء ہی سرمایہ داری کے خاتمے اور اشتراکیت کی اس پر فوکیت ہے۔ دونوں اپنے اخلاقی نظریے پیش کرتے ہیں یعنی کہ بنی نوع انسان کے ساتھ کیا کیا ہونا چاہئے جو ان کے معاشی خیالات پر بالکل یہ مختصر ہوتے ہیں جس کا نتیجہ ان کے باہمی روابط کی بد نفعی کی صورت میں نکلتا ہے۔ (۳۰)

بالواسطہِ اسلامی حکومت کی فرضیت کی دلیل اشارۃِ انص کے اعتبار سے:

﴿الَّمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُزَعُمُونَ أَنَّهُمْ أَمْنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَكَّمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمْرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ﴾ (۳۱)

”کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی اور اس کتاب پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئی اپنے مقدمے شیطان کے پاس لے جانا چاہتے ہیں حالانکہ ان کو یہ حکم ہوا ہے کہ اس کو نہیں۔“

اللّٰہ کی زمین پر صحیح حکومت کون سی ہو گی اور کیوں؟

اس ذات کی زمین پر صحیح حکومت اور عدالت صرف اور صرف وہ ہے جو اس قانون کی بنیاد پر قائم ہو جو اس نے

پیغمبروں کے ذریعے سے بھیجا ہے اور اس کا نام خلافت (اسلامی حکومت) ہے۔

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰہِ﴾ (۳۲)

”اور ہم نے تمام پیغمبروں کو خاص اسی واسطے مبuous فرمایا ہے کہ بحکم خداوندی ان کی اطاعت کی جاوے۔“

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرْتَكَ اللّٰہُ﴾ (۳۳)

”بے شک ہم نے آپ کے پاس یہ نو شہتہ بھیجا ہے واقع کے موافق تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس کے موافق فیصلہ کریں جو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلا دیا ہے۔“

﴿وَإِنِّي أَحْكُمُ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰہُ وَلَا تَشْعُرُ أَهْوَاءُهُمْ وَأَحْدَادُهُمْ أَنْ يَقْتُلُوكُمْ عَنْ بَعْضِ مَا أُنْزَلَ اللّٰہُ إِلَيْكَ﴾ (۳۴)

”اور ہم (مکر) حکم دیتے ہیں کہ آپ ان کے باہمی معاملات میں اس بھی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور ان کی خواہشوں پر عملدرآمد نہ کیجئے اور ان سے یعنی ان کی اس بات سے احتیاط رکھئے کہ وہ آپ کو خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کسی حکم سے بچلا دیں۔“

﴿فَحُكْمُ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ﴾ (۳۵)

”یہ لوگ پھر کیا زمانہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں۔“

﴿يَدَاوُدْ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهُوَى
فَيُضْلِلَكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ (۳۶)

”اوے داؤد ہم نے تم کو زمین پر حاکم بنایا ہے سو لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہنا اور آئندہ بھی نفسانی خواہش کی بیرونی مت کرنا (اگر ایسا کرو گے تو) وہ خدا کے رستے سے تم کو بھٹکا دے گی۔

غیر اسلامی حکومتوں کے احکامات اور عدالتی فیصلوں کی حیثیت:

ہر وہ حکومت اور ہر وہ عدالت بغایانہ ہے جو خداوند عالم کی طرف سے اس کے پیغمبروں کے لائے ہوئے قانون کے مjacے کسی دوسرا بیان پر قائم ہو، بلکہ اس کے تفصیلات میں ایسی حکومتوں اور عدالتوں کی نواعیں باہم لکھتی ہی مختلف ہوں۔ ان کے تمام افعال بے اصل، بے وزن اور باطل ہیں۔ ان کے حکم اور فیصلہ کے لیے سرے سے کوئی جائز بیان نہیں ہے۔ حقیقی ماں لک الملک نے جب انہیں سلطان*(Charter) عطا ہی نہیں کیا تو وہ جائز حکومتوں اور عدالتیں کس طرح ہو سکتی ہیں؟ وہ تو جو کچھ کرتی ہیں خدا کے قانون کی رو سے سب کا سب کا لعدم ہے۔ اہل ایمان ان کے وجود کو بطور ایک خارجی واقعہ (Defecto) کے تسلیم کر سکتے ہیں۔ مگر بطور ایک جائز و سلیمانی نظام و فصل قضایا کے تسلیم نہیں کر سکتے۔ ان کا کام اپنے اصلی فرمانروا (اللہ) کے باغیوں کی اطاعت کرنا اور ان سے اپنے معاملات کا فیصلہ چاہنا نہیں ہے اور جو ایسا کریں۔ ادعائے اسلام و ایمان کے باوجود وفاداروں کے زمرہ سے خارج ہیں۔ یہ بات صریح عقل کے خلاف ہے کہ کوئی حکومت ایک گروہ کو باغی بھی قرار دے اور پھر اپنی رعایا پر ان باغیوں کے اقتدار کو جائز بھی تسلیم کرے۔ (۳۷)

اسلامی طرز حکومت کے تقاضے:

اسلامی طرز حکومت کا نفاذ اگرچہ بظاہر مشکل نظر آتا ہے۔ لیکن ہر صورت ناممکن نہیں ہے۔ عہد جدید کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسلامی نظام کی بنیادوں پر حکومت کا قیام کوئی مشکل بات نہیں اس کے لئے انقلابی قیادت اور انقلابی سوچ کی ضرورت ہے تاکہ سوسائٹی اسلام کے انقلابی نظریات کے مطابق پوری طرح تیار ہو، ایسی سوسائٹی کی تشکیل کیلئے خشت اول سے ابتداء کرنا ہوگی۔ اس غرض کے لئے ضروری ہے۔

(۱) حکمران عوام کے سامنے امور حکومت اور اپنے اعمال کے لئے پوری طرح ذمہ دار ہوں۔

(۲) تمام اختیارات مرکزی حکومت میں مرکوز نہ ہوں۔ بلکہ مکمل حکومت خود اختیاری، بنیادی بلدیاتی اداروں اور یونین کونسل کی طرح چھوٹے چھوٹے دیہی اداروں کو حاصل ہوں۔ کیونکہ اسلامی حکومت کی بنیاد یہی ہے کہ تمہارے حکمران تم میں سے ہوں۔

﴿يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولَى الْأُمُرِ مِنْكُمْ﴾ (۳۸)

”اے ایمان والو! تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور تم میں جو لوگ اہل حکومت ہیں ان کا بھی۔“
 اس نظام حکومت میں عوام ہی اپنے میں سے مجلس شوریٰ کا انتخاب کرتے ہیں اور حکمران ہی ان کے اپنوں میں سے ہوتے ہیں تو کیا یہ چیز تقاضا نہیں کرتی کہ اس کا حصول فرض اور ضروری ہے تاکہ فلاج تک پہنچا جاسکے۔ (۳۹)
 احادیث سے چند اور دلائل جو اسی امر کی طرف اشارہ کرتے ہیں:
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت سفر میں بھی امیر کے تقرر کو لازمی قرار دیا ہے۔ حضرت سیدنا ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”إِذَا خَرَجَ ثَلَاثَةٌ فِي سَفَرٍ فَلِيُّ مَرْوَأً أَحَدَهُمْ“۔ (۴۰)

”جب سفر میں تین شخص ہوں تو ایک شخص کو چاہئے کہ اپنا امیر بنالیں۔“

ایک دوسری حدیث میں ہے۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”إِذَا كَانَ ثَلَاثَةٌ فِي سَفَرٍ فَلِيُّ مَرْوَأً أَحَدَهُمْ قَالَ نَافِعٌ فَقْلَنَا لَأَبِي سَلْمَةَ فَانْتَ أَمِيرُنَا“۔ (۴۱)

”جب تین شخص سفر میں ہوں تو چاہئے کہ آپس میں ایک کو سردار ٹھہرا لیں۔ نافع نے کہا ہم ابو سلمہ سے بولے۔ تم ہمارے امیر ہو۔“

جب تین آدمیوں کے اجتماع کی صورت میں امیر مقرر کرنا لازم ہے تو دین و دنیا کے اجتماعی امور اور امر بالمعروف اور نبی عن المنکر جیسے اہم فریضہ کی ادائیگی کے لئے جماعت کا قیام اور ایک امیر کا تقرر بطریق اولیٰ فرض ہوگا۔
 چنانچہ ابن تیمیہ مندرجہ بالا احادیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”فَقَدْ أَوْجَبَ صَلْوَةُ اللَّهِ وَسَلَامُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ تَأْمِيرُ الْوَاحِدِ فِي الْاجْتِمَاعِ الْقَلِيلِ
 الْعَارِضُ فِي السَّفَرِ مِنْهَا بَدْلُكَ عَلَى سَائِرِ اُنواعِ الْاجْتِمَاعِ..... فَإِذَا وَجَبَ فِي أَقْلَى
 الْجَمَاعَاتِ وَأَقْصَى الْاجْتِمَاعَاتِ إِنْ يَوْلَى أَحَدُهُمْ كَانَ هَذَا تَبْيَهًا عَلَى وَجْهِ ذَالِكِ
 فِيمَا هُوَ أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ“۔ (۴۲)

”یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (قلیل تعداد رکھنے والی) اجتماعیت جو سفر میں پیش آئے۔ میں امیر بنانے کو لازمی قرار دیتے ہوئے اجتماعیت کی تمام اقسام پر تنبیہ فرمائی ہے۔ جب چھوٹی سی جماعت اور انتہائی کم اجتماع میں کسی کو امیر بنانا واجب ہے تو اس سے بڑی اجتماعیت میں اس کے وجوہ پر تنبیہ ہے۔“

اور خلفاء راشدین کے دور میں اللہ کا دین غالب ہوا۔

﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشَدَّ أَعْلَى الْكُفَّارِ رُحْمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾ (۴۳)

””محمد ﷺ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں۔ وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں اور

آپس میں مہربان ہیں۔“

﴿فُلْ هُلْ نُسِنْكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا وَلَنِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِاِلٰيٰ رَبِّهِمْ وَلَقَائِهِ فَحَبَطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نَقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَرُزْنًا﴾ (۳۲)

”آپ (ان سے) کہئے کہ کیا ہم تم کو ایسے لوگ بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے بالکل خسارہ میں ہیں۔ یہ لوگ ہیں جن کی دنیا میں کی کرانی محنت سب گئی گزری ہوئی اور وہ (بوجہ جہل کے) اسی خیال میں ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو رب کی آیتوں کا (یعنی کتب الہیہ کا) اور اس کے ملنے کا (یعنی قیامت کا) انکار کر رہے ہیں سو (اس لئے) ان کے سارے کام غارت ہو گئے تو قیامت کے روز ہم ان (کے نیک اعمال) کا ذرا بھی وزن قائم نہ کریں گے۔“

یعنی انسانی کوششوں کے فطری مقصود رضائے الہی سے ہٹ کر دوسرے مقاصد کی راہ میں صفر ہوئی اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم خوب کام کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ جنہوں نے اپنے کام رب کے احکام مانے سے انکار کیا اور اس کی ملاقات (یعنی اس کے سامنے حاضر ہو کر حساب) دینے کا عقیدہ قبول نہ کیا۔ اس لئے ان سب کے اعمال جب ہو گئے اور قیامت کے روز ہم انہیں کوئی وزن نہ دیں گے۔

اسلامی حکومت نہ ہونے کے چند منفی عوارض:

وولد پینک اور اسٹریشنل مانیٹری فنڈ سے ملک کو نکالنا۔ کیونکہ ان اداروں نے خاص کر مسلم قوموں کے گلے میں اقتصادی غلامی کا طوق ڈال رکھا ہے۔ اقتصادی غلامی کے پردے میں سیاسی، معاشری، ڈنی، اخلاقی، تہذیبی اور تمدنی غلامی بھی چلی آتی ہے۔ قومی فکر صحیح سے محروم ہو جاتی ہیں۔

وولد پینک اور اسٹریشنل مانیٹری فنڈ کا طریقہ واردات یہ ہوتا ہے کہ ترقی پذیر قوموں کے نئے نئے بے بصیرت قائدین کے ضمیر خرید لیتی ہیں۔ انہیں بھاری رشتوں دے کر قرض لینے پر آمادہ کرتی ہیں اور قرض کی قسط اول ہی کے ساتھ اپنے (ماہرین) کو بڑی بڑی تنخوا ہیں دلو کر بھیج دیتی ہیں اور قرض لینے والے (قادرین) کو رشتوں کا لالج دے کر قرض پر قرض دیتی چلی جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ قرض لینے والا اسلامی ملک اقتصادی اور دوسری غلامی کی زنجیروں میں جکڑا جاتا ہے اور بے لمس اور نہ حال ہو کر قرض دہنگان کے قدموں میں گر پڑا۔ قرض کا برا حصہ تو قرض دہنگان کے معین/معینہ ماہرین کی نذر ہو جاتا ہے اور باقی ماندہ ملک کے حکمران اور ان کے خوشنامی قرض کی صورت میں لے اٹتے ہیں۔ بالآخر قرض بھی معاف کروا لیتے ہیں اور یہ سارا روپیہ باہر منگوا کے بیٹکوں میں جمع کر دیتے ہیں اور قرض سود کی ادائیگی کا سارا بوجھ غریب عوام پر ڈال دیتے ہیں اور اس غرض کے لئے عوام پر بھاری لیکس لگائے جاتے ہیں۔ جوان کی کمر توڑ دیتے ہیں اور نیندیں حرام کر دیتے ہیں۔ اس عذاب سے نجات حاصل کرنا ضروری ہے۔ مغرب کی اقتصادی غلامی کی زنجیروں کو کاٹ دینا ضروری ہے اور

کشکول توڑ دینا لازم ہے اور اس کا حل اسلامی حکومت ہے۔ کیا اب بھی اس کا وجود حاصل کرنا ضروری نہیں ہے۔ (۲۵) اس پر مزید بحث کو جاری رکھا جائے گا۔ ہم ذرا فطری طور پر ان نظاموں کا اسلامی نظام حکومت سے نظریاتی تقابل کا جائزہ لیتے ہیں۔

یہ ثابت ہو گیا ہے کہ ہم عصرانہ سیاسی نظاموں میں سے کوئی وسیع المشرب نعمت نہ اٹھا لیت، قومی اشتراکیت، معاشرتی جمہوریت علی ہذا القیاس اس قابل نہیں ہے کہ اس بدنظری کو مشابہانہ نظام سے بدل دے۔ محض اس وجہ سے کہ ان میں سے کسی نے مطلق اخلاقی اصولوں کی روشنی میں سنجیدگی سے سیاسی و معاشرتی مسائل کو سمجھنے کی سعی نہیں کی۔ اس کی وجہ سے ان میں سے ہر نظام صحیح اور غلط نظری کی بنیاد کسی حقیقت پر نہیں ہے۔ بلکہ چینیں و چنان حلقوں، گروپ یا قوم۔ دوسرا بیان میں لوگوں کے تغیر پذیر (اور درحقیقت مسلسل تغیر پذیر) مادی ترجیحات پر استوار کرتا ہے۔ اگر ہمیں یہ اعتراف ہی کرنا ہوتا کہ فطری اور انسانی اعمال کی پسندیدہ حالت ہے تو ہمیں اقرار کرنا پڑتا ہے کہ نتیجہ اصلاح صحیح اور غلط اپنے اجرائی جواز نہیں رکھتے بلکہ محض فسانے جو تقاضائے وقت اور معاشری، معاشرتی حالات کے تحت وضع کئے گئے ہیں۔ اس خیال کے منطقی تعاقب میں کسی کے لئے انتخاب کا جواز نہیں رہتا ہے۔ سوائے اس کے کہ انسانی زندگی کے اخلاقی پہلو سے انکار کردے کیونکہ اگر اسے قطعی حقیقت تصور نہ کیا جائے تو شروع سے اخلاقی فرض کا مفہوم ہی بے معنی ہو جاتا ہے۔ (۲۶)

اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں اسلامی حکومت کے لئے کیسے حالات چاہئیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیریقادات جو جماعت وجود میں آئی۔ وہ فکری و نظریاتی، سیاسی، اقتصادی اور تہذیبی انقلاب لانے میں کامیاب رہی کیونکہ اس انقلاب کیلئے جتنے اونچے درجے کے باصلاحیت اور ذی استعداد رجال کا مطلوب تھے۔ وہ سب اس جماعت سے فراہم ہونے لگے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت غالب ہوئی اور اسلامی معاشرے اور ریاست کی تشکیل ہوئی تو معلوم ہوتا تھا کہ اس کے چلانے کے لئے پوری طرح تربیت یافتہ معلم، مدرس اور داعی بھی ہیں۔ قاضی اور حجج بھی، گورنر اور حکام بھی۔ فوج اور اس کے سپہ سالار بھی، سفیر اور ترجمان بھی، سیاست دان اور حکمران بھی، غرض پوری جماعت تھی۔ جو معاشرے اور ریاستی نظام کی ہر ضرورت پوری کر سکتی تھی۔ کیا اسلام کو دنیا کا حکمران بنانا لازم نہیں؟ کیا اسلامی حکومت کا قیام ضروری نہیں؟ سوال ہے کہ کیوں ضروری اور کیسے ضروری ہے۔ اس کا جواب ان الفاظ میں تلاش کرتے ہیں۔

اسلام میں ایمان اور عقیدے کے بعد عبادات میں پہلا حکم نماز کا ہے۔ پھر مردوں کے لیے فرض نمازیں باجماعت ادا کرنا لازم کیا گیا ہے۔ جماعت کی شکل میں نماز ادا کرنا دراصل اس امر کی ایک علامت اور سبق ہے کہ اسلام تمام معاملات میں ایک طرح کا عمومی نظم اور جماعت چاہتا ہے۔ باجماعت نماز کی شکل میں ایک امیر ہوتا (یعنی امام) ہے۔ اس کی اقتداء سے جماعت کی شکل میں اٹھتے بیٹھتے ہیں۔ کسی کو بھی اقتدار کو کا لعدم کرنے کی اجازت نہیں ہوتی تو اسلامی حکومت اور اس میں فرقہ کیا رہ جاتا ہے۔ (۲۷)

مسلمانوں کی تاریخ میں جتنی بھی علیین سزا میں ملی ہیں وہ سب باہمی تفرقے، انتشار اور فرقہ بندی کی پاداش میں ملی ہیں۔ قرآن مجید نے اسے علیین جرم قرار دیا ہے اور بار بار اس کے ہولناک نتائج سے متنبہ رہا۔

﴿وَإِنْ هَذِهِ أُمَّةٌ كُمْ أُمَّةٌ وَاحِدَةٌ وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ﴾ (۳۸)

”اور (ہم نے ان سب سے یہی کہا کہ) یہ ہے تمہارا طریقہ کہ وہ ایک ہی طریقہ ہے اور (حاصل اس طریقہ کا ریہ ہے کہ) میں تمہارا رب ہوں۔ سوتھ مجھ سے ڈرتے رہو۔“

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَ اخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتِ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (۳۹)

”اور تم لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنہوں نے باہم تفرقی کر لی اور باہم اختلاف کر لیا۔ ان کے پاس احکام واضح پہنچنے کے بعد اور ان لوگوں کے لئے سزاۓ عظیم ہو گی۔“

نظام خلافت (اسلامی حکومت) اسی تفرقے کے باعث نظام ملوکیت میں تبدیل ہوا۔ بنو امیہ کے تقریباً ایک سو سالہ اور بنو عباس کے تقریباً ساڑھے پانچ سو سالہ دور حکمرانی میں اسی جرم کا ارتکاب ہوتا رہا۔ اسی سبب سے باہمی خوزیری کا شرمناک سلسلہ جاری رہا اور اسی کی پاداش میں مغلوں کے ہاتھوں مسلم ریاستوں کو تہہ والا کیا اور بغداد کو خون میں نہلا کیا۔ عصر حاضر میں اسی تفرقے کے باعث پاکستان دلخت ہوا اور مسجدوں اور امام پاڑوں پر گولیاں چلانی لگیں اور ان کو خون آ لودہ کر دیا گیا۔ اسلامی نظام حکومت کے نفاذ کے لیے اس گناہ سے تائب ہونا ضروری ہے۔ اس کے بغیر اسلامی حکومت کا خواب شرمندہ تغیر نہیں ہو سکتا۔

عالیکیر اخوت کا خواب اسلامی حکومت کے بغیر پورا ہونا ممکن نہیں:

اسلامی اقدار کی تجدید اور نظام خلافت کی از سر نو تشكیل کیلئے عالیکیر اخوت ضروری ہے۔ جو ہماری ملی استقامت اور سیاسی و ملی اقتدار کی محافظت ہے۔ جس سے آج ہم محروم ہیں۔ باہمی اخوت ملت اسلامیہ کے لئے ایسی تو ادائی کی حیثیت رکھتی ہے اور اقوام عالم میں سرفرازی کے لئے ضروری ہے۔ رنگ و نسل، زبان اور قومیتوں کے بتوں کو توزنے کی ضرورت ہے۔ ممالک کے فروعی اختلافات کی پھیلیت ہوئی آگ کو بچانے اور مسلمانوں کے ضمیر میں ملت و امداد کی تعمیر کی ضرورت ہے اور بانگ دہل اعلان کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم وسیع تر ملت ہیں۔ (۵۰)

جونی ہم قائل ہو جاتے ہیں کہ صحیح اور غلط یا بھلائی اور برائی کے متعلق ہمارے خیالات انسانوں کے وضع کئے ہوئے ہیں۔ معاشرتی اور ماحولی رواج کے قابل تبدیل پیداوار ہیں۔ ہم غالباً اپنے اعمال میں انہیں قابل اعتماد رہنا استعمال نہیں کر سکتے ہیں۔ کوئی قوم یا کمیونٹی مسرت سے اس وقت تک ہم کفار نہیں ہو سکتے جب تک یہ صحیح طور پر متعارف ہو اور کوئی قوم یا کمیونٹی اندر سے اس وقت تک صحیح طور پر متحد نہیں ہو سکتی۔ جب تک یہ اس نئتے پر متفق نہیں ہو جاتی کہ انسانوں کے اعمال میں کون سی شے غلط ہے اور ایسی یہ جھتی اس وقت تک ممکن نہیں ہو سکتی ہے جب تک وہ قوم یا کمیونٹی مستقل جنمی قانون کے منع کے اخلاقی

فرض پر متفق نہیں ہو جاتی۔ ظاہر ہے کہ یہ اسلامی حکومت ہی ہو سکتی ہے۔ جو ایسا قانون ہمیا کر سکتی ہے اور اس کے ساتھ اتفاق کی بنیاد کسی ایک گروپ میں اخلاقی ذمہ داری کی جو اس گروپ کے تمام اراکین پر لازم ہے۔ (۵۱)

اسلامی حکومت کے بغیر انفرادی سطح پر بعض کام مثلاً عبادت و ریاضت، درس و تدریس، تربیت، ترقیہ و اصلاح، تعلیم و تعلم اور تصنیف و تالیف کے علاوہ کچھ نہ کچھ دعوت بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن انقلاب، اقامت دین اور غلبہ دین کی جدوجہد بغیر اسلامی حکومت کے ہرگز ممکن نہیں۔ کسی بھی دعوت اور تحریک کے لئے حکومت کی بڑی اہمیت ہے۔ اس لیے عقل کا تقاضا ہے کہ غلبہ دین کے لئے اسلامی حکومت کو اہم ہونا پڑتا ہے۔ اس حقیقت سے کوئی کم عقل ہی انکار کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مختلف لوگوں کو مختلف صلاحیتیں دی ہیں۔ کسی کو فتنگو کرنے اور تقریر کرنے کی صلاحیت تو کسی کو تحریر، کسی کو بھاگ دوڑ کرنے کی، کسی کو قوت غور و فکر سے نوازا کسی کو جسمانی طاقت سے نوازہ کسی کو مالی و سمعت عطا فرمائی۔ اسی طرح کسی کو علوم دینیہ اور کسی کو علم دینیاوی و معلومات سے بہرہ و رکرداری۔ مختلف صلاحیتوں اور قوتوں سے مسلح اور منظم افراد کے منظم اور متحد ہو کر کام کرنے سے ہی کوئی جامع، ہمہ گیر اور نتیجہ خیز کام سرانجام دیا جا سکتا ہے اور انقلاب برپا کیا جا سکتا ہے اور اس کی بہترین شکل اسلامی حکومت ہے۔ دنیا میں غلط اور صحیح ہر طرح کے نظریات سامنے آتے رہتے ہیں ان میں سے بعض نظریات نے بڑے زبردست انقلابات پیدا کیے ہیں لیکن پوری انسانی تاریخ میں کوئی ایسا انقلاب نہیں جو غیر منظم اور منتشر افراد کی کوششوں سے آیا ہو۔ اس کے برخلاف بہترین صورت اسلامی حکومت ہے۔ اسلئے جس قدر اسلام جماعتی نظم اور تعاون کی اپیل کرتا ہے۔ اتنا کوئی اور دین نہیں کرتا۔ لہذا ثابت ہوا کہ کسی بھی انقلاب، تبدیلی اور نظریہ کی ترویج کے لیے اسلامی حکومت سے بڑھ کر اور کوئی دوسرا صورت ضرورت کا رخ اختیار نہیں کرتی۔ کیونکہ اللہ کی زمین پر اللہ کا فرمان اس کا نافذ یہ نصب اعین ہے جو جماعتی شکل سے ہوتا ہوا اسلامی حکومت میں اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔ اگر کسی دعوت کے پیچھے مضبوط جماعت اور تنظیم (اسلامی حکومت) نہ ہو تو اس کی آواز غیر موثر ہو جاتی ہے۔ بلکہ فضایں تحلیل ہو جاتی ہے اور مرد جہہ خیالات و افکار معاشرے میں تبدیلی لائے بغیر ختم ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ غلط نظریات کو بھی اگر پھیلانے اور عام کرنے کی مقصود کوشش کی جائے تو کامیاب ہو جاتے ہیں اور صحیح فکر بھی بعض اوقات اس وجہ سے غالب نہیں ہو پاتی کہ اس کو اچھی حکومت (نظم) میسر نہیں آتی۔ (۵۲)

اتباع کے واسطے سے اسلامی حکومت کی فرضیت:

﴿وَتُكَعَّدُ عَذْجَدُوا بِأَيْتَ رَبِّهِمْ وَعَصَمَا رُسُلَّهَ وَاتَّبَعُوا أَمْرَ كُلِّ جَنَّارٍ عَنِيدِ﴾ (۵۳)

”اور یہ قوم عادتی جنہوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کا کہنا نہ مانا اور تمام تر ایسے لوگوں کے کہنے پر چلتے رہے جو ظالم (اور) ضدی تھے۔“

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَى بِإِيمَنَةٍ وَسُلْطَنٍ مُبِينٍ﴾ (۵۴)

”اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو (بھی) اپنے بھراست اور دلیل روشن دے کر بھجا۔“

﴿وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْلَبْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاءً وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا﴾ (۵۵)

”اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانے جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا (یہ) حال حد سے گزر گیا ہے۔“

اسوہ مبارک ﷺ سے روشنی اسلامی حکومت (خلافت) کے بارے میں:

حضرت سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”انما الامام جنة يقاتلُ من ورآئه ويتقى به“ (۵۶)

”بے شک خلیفہؓ ہال ہے جس کے پیچھے رہ کر رہا جاتا ہے۔“

حضرت سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

”کانت بنو اسرائیل تسوسمهم الانبیاءَ كلما هلك نبیٰ خلفهُ نبیٰ وانه لانسی بعدى وستكونُ خلفاءُ فتكُرُ قالوا: فما تامرنا قال: فوابيبيعة الاول فالاولٍ واعطُوهُمْ حقهم فان الله سائلهم عَمَّا استرعاهم.“ (۵۷)

”بنی اسرائیل کی حکومت پیغمبر کیا کرتے تھے جب ایک پیغمبر مرتا تو دوسرا پیغمبر اس کی جگہ ہو جاتا۔ میرے بعد تو کوئی پیغمبر نہیں ہے بلکہ خلیفہ ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ لوگوں نے عرض کیا، پھر آپ ﷺ ہم کو کیا حکم کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس سے پہلے بیعت کرو۔ اسی کی بیعت پوری کرو اور ان کا حق ادا کرو، اللہ تعالیٰ ان سے پوچھ لے گا جو اس نے ان کو دیا ہے۔“

او مسلم میں ہی ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ:

”من كرہ منْ امیرهٗ شیئاً فلیصبر عليهِ فانَّهُ لیس احْدُ مَنَ النَّاسِ يخْرُجُ مِنَ السُّلْطَانِ شَبِيرًا فمات عليهِ الْأَمَّ مات ميَتَةً جاهليَّةً (۵۸)

”بُشِّرَ اپنے حاکم سے بری بات دیکھے وہ صبر کرے کیونکہ جو کوئی بادشاہ سے بالشت بھر جدا ہو پھر مرے اسی حالت میں۔ اس کی موت جا بیت کی سی موت ہو گی۔“

ان احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ ماؤں ہے یعنی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امام (اسلامی حکمران) کوڑھال کہنا۔ حکمران کی موجودگی کے فائدہ بتاتا ہے۔ چنانچہ یہ طلب ہے کیونکہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے کسی چیز کی خبراً گزنت مکے طور پر بیان کی گئی ہو تو اسے ترک کرنا مطلوب ہوتا ہے یعنی وہ نہیں ہوتی ہے اور اگر اس میں مرح یعنی تعریف پائی جاوے تو اس کا عمل مطلوب ہوتا ہے۔ پس اگر کوئی فعل مطلوب بھی ہوا اور اس پر کسی حکم شرعی کے قیام کا دار و مدار بھی ہوا اس فعل کو نہ کرنے کی صورت میں حکم شرعی ضائع ہو جائے گا۔ تو یہ طلب طلب قطعی ہو گی۔ ان احادیث میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ خلفاء مسلمانوں کے امور کی دیکھ بھال کریں۔ جس کا

مطلوب ہے کہ ان کا قیام مطلوب ہے۔ ان احادیث میں بھی ہے کہ مسلمانوں کے لئے سلطان (شرعی اختیار کا حامل شخص) سے عیحدگی اختیار کرنا حرام ہے۔ جو اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ مسلمانوں کے لئے اپنے لئے ایک ایسے سلطان کو مقرر کرنا واجب ہے جو ان پر اسلام نافذ کرے۔ علاوہ ازیں رسول نے خلافاء کی اطاعت اور ان کی خلافت میں تنازع کرنے والوں سے قبال کا حکم دیا ہے۔ خلیفہ مقرر کرنا اور اس کی خلافت سے تنازع کرنے والوں کے خلاف جنگ کے ذریعے اس کی حفاظت کرنا فرض ہے۔ (۵۹)

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”وَمَنْ بَايِعَ اِمَّاً مَا فَاعَطَاهُ صَفْقَةً يَدِهِ وَشَرْمَةً قَلْبِهِ فَلِيُطْعَمْهُ اَنْ اسْتَطَاعَ فَإِنْ جَاءَ اخْرُجْنَاهُ فَاضْرِبُوا عُنْقَ الْاَخْرَ.“ (۶۰)

”جو شخص کسی امام سے بیعت کرے اور اس کو اپنا ہاتھ دے دے اور دل سے نیت کرے۔ اس کی تابع داری کی تو اس کی اطاعت کرے اگر طاقت ہو۔ آئے اب اگر دوسرا امام اس سے لڑنے کو آئے تو (اس کو منع کرو اگر نہ مانے بغیر اٹائی کے تو) اس کی گردان مارو۔“

چنانچہ امام کی اطاعت کا حکم اس کے تقریباً حکم ہے اور کیا امام بغیر حکومت کے ہوگا؟ اس کی تقریری تو اسلامی حکومت کا دوسرا نام ہے اور اس کے ساتھ تنازع کرنے والے سے جنگ کا حکم اس بات کا واضح قرینہ (اشارہ) کہ ایک خلیفہ کے وجود کو برقرار رکھنے کا حکم ایک قطعی حکم ہے۔ (۶۱)

اسلام میں اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی تنقید کیلئے خلیفہ کی اصل ذمہ داری بھی ہے کہ وہ ان کی تنقید کے لئے اپنی جان لڑادے۔ اگرچہ ایک شخص بھی اس کا ساتھ نہ دے۔ جمہور کے مشورے کا وہ پابند مصلحتی اور اجتہادی امور میں ہے، نہ کہ شریعت کی قطعیات میں۔ (۶۲)

جاگیرداری نظام کا خاتمه:

اس میں مفت خوروں کی طبقاتی برتری کو ختم کرنا بھی شامل ہے۔ جنہوں نے نوع انسانی کو اللہ تعالیٰ کے بخشے ہوئے مفت عطیات پر قبضہ کر رکھا ہے۔ پانی، ہوا، سورج کی روشنی اور کھلی نضا میں قدرت کے مفت عطیات ہیں۔ اس طرح زمین بھی ساری نوع انسانی کی پرورش اور اس کی کفالت کیلئے مفت عطیہ ہے۔ اللہ کا فرمان ہے۔ یہ سب نعمتیں سب کے لئے ہیں۔ ان کے دروازے کسی پر بننہیں۔ اب اس پر عمل درآمد کون کروائے گا کیونکہ ظاہر ہے یہ ایک اسلامی نقطہ نظر ہے: جس پر عمل درآمد کو کسی صحیح اسلامی حکمران ہی کرواسکتا ہے تو اس اعتبار سے بھی اسلامی حکومت کا وجود فرض بتتا ہے۔ (۶۳)

تسخیر فطرت کے دلائل سے اسلامی حکومت کی فرضیت پر استدلال:

تسخیر فطرت اور تسخیر کائنات نوع انسانی کے عزم و حوصلے کے لئے اسلام کا ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔ قرآن کریم میں ارشادِ بانی ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ﴾ (۶۳)

”اور (اے مخاطب) کیا تجھ کو یہ بخوبیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے کام میں لگا کر کھا ہے زمین کو۔“

اسی طرح سے ہے کہ:

﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا﴾ (۶۵)

”اور (اسی طرح) جتنی چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جتنی چیزیں زمین میں ہیں، ان سب کو اپنی طرف مسخر بنالیا۔“

﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالقَمَرَ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرٌ بِإِمْرِهِ﴾ (۶۶)

”اور اس نے تمہارے لئے رات اور دن اور سورج اور چاند کو (اپنا) مسخر (قدرت) بنایا اور ستارے (بھی) اس کے حکم سے مسخر ہیں۔“

یہ ہے چیلنج کہ یہ زمین اور ان کے درمیان جتنی چیزیں ہیں۔ پوری طرح تمہارے لئے مسخر ہیں اور اگر تمہارے اندر حوصلہ ہے اور تم ذہانت، محنت اور بصیرت سے کام لینا چاہو تو تم اس کائنات کے مظاہر پر حکمران ہو سکتے ہو اور انسان اور اللہ کی مخلوق کے فائدے کے لیے ان کو استعمال کر سکتے ہو۔ اگر ایسا کرو گے تو ایک ایک ذرہ سے بھی جیت ایکیز کام لے سکو گے۔ تمام عناصر پر تمہاری حکومت قائم ہو سکے گی۔ تمہارا علم تمہارے تحفظ اور ارتقا کا ضامن ہو گا اور تم صحیح معنوں میں اس زمین پر اللہ کی خلافت کے حقدار ہو جاؤ گے۔

درachi قرآن بار بار عقلیت پر زور دیتا ہے اور تکرروند بر کام مطالبه کرتا ہے۔ افلاتعقلون افلاتبربرون اور اولم یتسکرو عقل سے کام کیوں نہیں لیتے، تدبیر کیوں نہیں کرتے۔ اس کی دعوت تفسیر فطرت کا خصوصی انداز ہے۔ اس پر قرآن نے بہت زور دیا ہے اور بڑی تسبیبی کی ہے:

﴿أَوَلَمْ يَنْسُرُوا فِي مَلْكُوتِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ لَا وَانِ عَسَى

أَنْ يَكُونَ قَدِ اقْتَرَبَ أَجْلُهُمْ﴾ (۶۷)

”اور کیا ان لوگوں نے غور نہیں کیا، آسمانوں اور زمین کے عالم میں اور (نیز) دوسری چیزوں میں جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں اور اس بات میں (بھی غور نہیں کیا) کمکن ہے کہ ان کی اجل قریب ہی آپنچی ہو۔“ جدو جہد نہ کرنے کی سزا و موس کی موت ہوتی ہے۔ مسلمانوں نے اپنے عروج کے دور میں اس چیلنج کو قبول کیا اور علم سائنس کی بنیاد رکھ دی اور مسلم سائنسدانوں نے گلیلیو اور آئن سٹائن اور نیوٹن کی تحقیق کے لئے اسas فراہم کر دی اور آج مغرب جو سائنسی ترقی کر رہا ہے۔ آفاق اور فطرت کی طائفتوں پر حکمران ہوتا جا رہا ہے۔ وہ ان ہی مسلم سائنسدانوں کی تحقیق کا نتیجہ ہے۔ جنہوں نے تفسیر فطرت کے چیلنج کو قبول کیا۔ لیکن بعد میں یونانی دیومالائی فلسفہ کے زیر اثر ہماری سائنسی سرگرمیاں ماند پڑ گئیں۔ ہماری تجربہ گاہیں بند ہو گئیں۔ ہم خانقاہوں میں منتقل ہو گئے۔ ہم نے تسبیحیں پڑ لیں اور تفسیر فطرت کے چیلنج

سے منہ موڑ لیا۔ ہم مغرب کے ملکوم اور غلام بن گئے۔

سائنسی تحقیق اور ترقی کو عام کرنے کے لیے عملی اقدامات کی ضرورت ہے۔ فرقہ واریت کا ماحول ختم کرنے کے ساتھ ساتھ محققین کی حوصلہ افزائی بھی کرنا ہوگی تاکہ ملتِ اسلامیہ میں زندگی برکرنے والوں کے اندر ایک علمی ماحول پیدا ہوں یہ تمام کام بلاشبہ حکومتی توجہ کے بغیر ممکن نہیں۔ ماضی کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ ایسے اقدامات کرنے سے مسلم معاشرے میں امن و ترقی کا ماحول پیدا ہوا۔

اسلامی حکومت کے قیام کی ضرورت آثار صحابہؓ اور آئمہ مجتہدینؒ کے اقوال کی روشنی میں:

سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے اقوال کی روشنی میں اسلامی حکومت کے قیام کی ضرورت:

۱:- حکمران کو سب سے زیادہ حساب دینا ہوگا، اس کو سب سے زیادہ عذاب کا خطرہ ہوگا۔ حکمران کا وجود حکومت کے بغیر ناممکن ہے اور حساب و کتاب، جزا و سزا و عذاب، یعنی قیدہ اسلامی ہے۔ اگر ان دونوں کو ملایا جائے تو خود خود یہ بات مترشح (واضح) ہوتی ہے کہ اسلامی حکومت کا قیام کس قدر ضروری ہے۔ (۶۸)

۲:- علامہ جری طبریؓ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے اپنے پہلے خطبہ میں فرمایا کہ:

”جو حاکم اللہ کی کتاب کے احکام کے مطابق کام نہ کرے۔ اس پر اللہ کی لعنت“۔ (۶۹)

کتاب اللہ تو یہ قرآن مقدس ہوا اور احکام سے مراد حکومتی امور ہیں اور کیا لعنت سے پچنا ضروری نہیں تو اصل میں اسلامی حکمران کے لئے وارنگ ہے تو خود بخود اسلامی حکومت کا قیام ضروری قرار پاتا ہے۔

۳:- اگر میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تو تم میری اطاعت کرنا۔

اب کیا اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت فرض نہیں اور اپنی اطاعت کے لئے اسے شرط قرار دینا تو کیا یہ اسلامی حکومت کے قیام کی شرط بننا ہے یعنی حکمران اگر صالح ہوگا تبھی تو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہوگی تو یہ بالواسطہ طور پر قیام حکومت اسلامی کی ضرورت کی طرف اشارہ ہے۔ (۷۰)

سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کے اقوال:

”لومات شاہ علی شط الفرات ان الله تعالى سائلٌ عنها يوم القيمة“۔ (۷۱)

”دریائے فرات کے کنارے بکری کا ایک بچہ بھی ضائع ہو جائے تو مجھے ڈر لگتا ہے کہ اللہ مجھ سے روز

قیامت باز پرس کرے گا۔“

امام طبریؓ حضرت عمرؓ کا قول نقل کرتے ہیں:

”من خرج و علی الناس إمام والله ما قال عادل يشق عصاهم ويفرق جماعتهم“ (۷۲)

”بُوْخُصْ مُسْلِمَانُوْں کے مشورے کے بغیر امارت کی کوشش کرے اور اقتدار پر جھپٹی اسے قتل کر دو۔“

یعنی جو اسلامی نظام حکومت کا خاتمہ کرنا چاہتا ہوں اسے ختم کر دیا جائے۔ تو اس سے کس قدر واضح ہے کہ اسلامی

حکومت کا قیام ضروری ہے۔

امام ابو یوسف[ؓ] کتاب الخراج، میں بیان کرتے ہیں:

”اطیعونی مأاطعت اللہ ورسوله فاذا عصیت اللہ ورسوله فلا طاعة لی علیکم“۔ (۷۳)

”جب میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تو میری بات مانو تو جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرو تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں۔“

یعنی حکومت میں اسلام کی پیروی کرنا ہے نہ کہ عمر کی۔ یہ بات حکومت اسلام کے قیام کے لئے کس قدر واضح ہے۔ علامہ طبری فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ:

”من خرج و علی الناس إمام والله ما قال عادل يشق عصاهم ويفرق جماعتهم“ (۷۴)

”جو شخص مسلمانوں کے مشورے بغیر اپنی یا کسی اور شخص کی امارت کے لئے سعی کرے۔ اسے قتل کر دیا جائے۔“

یعنی اسلامی حکومت کے برقرار رکھنے کے لئے مسلمان کا قتل بھی جائز ہے تو کیا اسلامی حکومت کے قیام کی طرف کس قدر واضح ایماء ہے۔

جہاں تک اجماع صحابہ کی بات ہے تو تمام صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے پیش رو یعنی (غیفہ) مقرر کرنے کی ضرورت پر اجماع کیا۔ پھر وہ ابو بکرؓ کے انتقال کے بعد حضرت عمرؓ اور ان کے بعد حضرت سیدنا عثمانؓ اور حضرت عثمانؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کے خلیفہ بنے پر متفق ہوئے۔ غیفہ کے تقرر پر اجماع صحابہ کی تاکید اس بات سے ظاہر ہوتی ہے کہ وہ آپ کی وفات کے بعد آپؓ کے خلیفہ کے تقرر میں مصروف ہو گئے اور انہوں نے آپ کی تدفین میں تاخیر کے باوجود یہ وفات کے بعد میت کو دفن کرنا فرض ہے اور جن لوگوں پر اس میت کی تدفین فرض ہے۔ ان کا تدفین سے پہلے کسی اور کام میں مشغول ہو جانا حرام ہے۔ چنانچہ جن صحابہ نے آپ کی تدفین کرنی تھی ان میں سے تو بعض خلیفہ کے تقرر میں مشغول ہو گئے۔ جبکہ دیگر صحابہ نے اس مشغولیت پر سکوت اختیار کیا اور وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین میں دورا توں کی تاخیر میں شریک تھے تو یہ میت کو چھوڑ کر خلیفہ کے تقرر میں مصروف رہنے پر اجماع تھا۔ یہ جائز نہیں ہو سکتا جب تک خلیفہ کا تقرر میت کی تدفین سے اہم نہ ہو یعنی فرض نہ ہو۔ اسی طرح تمام صحابہ نے اپنی پوری زندگی کے دوران خلیفہ کے تقرر کی فرضیت پر اجماع کیا ہے۔ اس بارے میں تو اختلاف ہوا کہ خلیفہ کیسے بنایا جائے لیکن نہ رسول ﷺ کے وصال کے موقع پر اور نہ ہی خلافائے راشدین میں سے کسی خلیفہ کی وفات کے وقت اس بات پر کبھی کوئی اختلاف ہوا کہ خلافت فرض ہے کہ نہیں۔ چنانچہ خلیفہ کے تقرر پر اجماع صحابہ ایک واضح اور مضبوط دلیل ہے۔ (۷۵)

اسلامی حکومت کا مظہر اور جزو لازم شورا بیت دور صحابہؓ میں:

چنانچہ اسی اصول پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ نے نظام خلافت کی بنیاد رکھی جس میں خلیفہ کے انتخاب میں بھی

جمہور مسلمین کے مشورہ کی شرط لازمی ٹھہری۔ کسی لازم کے لئے شرط وہ بھی لازم ہوتی ہے جس کے بغیر فرض پورا نہ ہو وہ بھی فرض ہوتی ہے۔ (۷۶)

حضرت عمرؓ کے دور میں تمام سیاسی و اختلافی امور میں شوریٰ کا جواہر تام رہا۔ اس کا تذکرہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے:

”کان سیرة عمرؓ انه کان يشاور الصحابة ويناظرهم حتى تكشف الغمة وتاتيه الشلح

فصار غالب قضياء وفتواه متبعه في مشارق الارض ومغاربها.“ (۷۷)

”حضرت عمرؓ کا طریقہ یہ تھا کہ وہ معاملات میں صحابہؓ سے مشورہ کرتے اور ان سے بحث کرتے۔ یہاں تک کہ الجھن دُور ہو جاتی اور دل پوری طرح مطمئن ہو جاتا۔ یہ اسی کا اثر ہے کہ ان کے فیصلے اور فتوے تمام مشرق و مغرب میں معمول بہ بنے۔“

اسلامی حکومت کی فرضیت کے بارے میں فقهاءِ اسلام کے اقوال:

قرآن کریم کی پانچ آیات اور تیس روایات سے بھی بات ثابت ہوتی ہے کہ اسلامی حکومت کا قیام واجب ہے۔ اگر مسلمانوں کا کوئی سیاسی قائد موجود نہ ہو تو اس کا تقرر ان پر شرعاً فرض ہے۔ ورنہ وہ عند اللہ ماخوذ ہوں گے۔ فقهاء اسلام نے انہی آیات و احادیث کی بنا پر (نصب امام) یعنی اسلامی حکومت کے قیام اور تقرر خلیفہ کو واجب کہا ہے۔ بطور نمونہ چند فقهاء کے اقوال درج ذیل ہیں۔

۱:- امام ابو الحسن الماوردي الشافعی المتوفى ۴۵۰ھ فرماتے ہیں:

”وعقد الامامة لمن يقوم بها في الامة واجب بالاجماع.“ (۷۸)

”ریاست کی سربراہی کے لیے اس شخص کا تقرر جو فرض انجام دے سکتا ہو بالاجماع واجب ہے۔“

۲:- امام عبد القاهر البغدادی المتوفی ۴۲۹ھ فرماتے ہیں:

”فقال جمهور اصحابنا من المتكلمين والفقهاء من الشيعة والخوارج واکثر المعتزلة بوجوب الامامة وانها فرض و واجب“ (۷۹)

”ہمارے اساتذہ میں سے جمہور علماء عالم العقائد اور فقهاء نے، اسی طرح شیعہ، خوارج اور کثیر معتزلہ نے بھی کہا ہے کہ اسلامی حکومت کا قیام فرض اور واجب ہے۔“

۳:- علام ابن حزم المتوفی ۴۵۶ھ اپنی کتاب ”المحلی“ میں فرماتے ہیں:

”ولا يجوز التردد بعد موت الامام في اختيار الامام اكثرا من ثلاث.“ (۸۰)

”حکمران کی موت کے بعد دوسرے حکمران کے انتخاب میں تین دن سے زیادہ دیر کرنا جائز نہیں ہے۔“

۳:- علامہ ابوالشکور السالمی فرماتے ہیں:

”ان الخلافة ثابتة والامارة قائمة مشروعة واجبة على الناس ان يرون على انفسهم

اماماً بدليل الكتاب والسنة والاجماع“. (۸۱)

”خلافت اور امارت شریعت میں ثابت ہے اور لوگوں پر واجب ہے کہ اپنے اوپر ایک امام کو حکمرانی کرتا ہوا

دیکھیں اس کی دلیل قرآن و سنت اور اجماع امت ہے۔“

۵:- شیخ الاسلام ابن تیمیہ المتوفی ۷۲۸ھ کے بقول:

”ان ولایة امر الناس من اعظم واجبات الدين بل لا قيام للدين الا بها“. (۸۲)

”حکومت اسلامیہ دین کا بلند ترین فرض اور واجب ہے بلکہ اس کے بغیر دین قائم ہی نہیں ہو سکتا۔“

۶:- علامہ ابن الہمام حنفی المتوفی ۷۲۸ھ فرماتے ہیں:

”ونصب الامام واجب سمعاً. (۸۳)

”سر برادری است كالقرار شرعاً واجب ہے۔“

۷:- شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے نزدیک:

”واجب بالکفاية است بر مسلمين الى يوم القيمة نصب خليفه مستجمع

شرطط“ (۸۴)

”قیامت تک مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے کہ ایسے خلیفہ کا تقرر کریں جس کے اندر خلافت کی شرائط موجود ہوں۔“

اسلامی حکومت کا عدم یعنی طاغوت کا وجود مفہوم سلف صالحین کی نظر میں:

حضرت عمر فاروقؓ، عامر شعبیؓ، قادہؓ، خاکؓ اور سعدؓؒ نے کہا کہ طاغوت سے مراد شیطان ہے۔ (۸۵)

امام راغب اصفہانیؒ کے نزدیک:

”الشیطان اسْمِ لِكُلِّ عَارِمٍ مِّنَ الْجِنِّ وَالْأَنْسِ وَالْحَیَّاَنَاتِ.“ (۸۶)

”یعنی شیطان ہر بذریعہ اور سرکش کا نام ہے خواہ انسان ہو یا جن ہو یا جانور ہو۔“

ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓؒ نے فرمایا ہے:

”اما شياطينهم فهم روؤسُهُمْ فِي الْكُفَّارِ وَقَالَ قَاتِدُهُمْ فِي الشَّرِّ.“ (۸۷)

”منافقین کے شیطانوں سے مراد کفر اور براہی کی قیادت کرنے والے انسان ہیں۔“

قرآن کریم میں غالباً ۸۸ مقامات پر لفظ شیطان کا ذکر ہوا ہے۔ ان میں سے کم از کم آمیز آیات میں صریح طور پر انسان کو شیطان کہا گیا ہے۔ البقرۃ ۱۳۷، آل عمران ۵۷، انعام ۱۲، الحسین ۶۔ جن صحابہؓ اور تابعینؓ نے طاغوت کے معنی شیطان بیان کئے ہیں۔ ان کا مقصد عام ہے کہ جو جن یا انسان لوگوں کو گمراہ کرتا ہو اور کفر و شرک کی قیادت و سربراہی کرتا ہو وہ طاغوت ہے۔ (۸۸)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازیؑ المتنی ۲۰۶ھ فرماتے ہیں:

”سورة النساء کی آیت ۱۵ میں حبی بن احطب اور کعب بن اشرف کو جب اور طاغوت کہا گیا ہے۔ یہ آیت انہی کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ اس لئے کہ یہ دونوں لوگوں کو دین سے برگشیت کرنے کی کوشش کرتے تھے۔“ (۸۹)

امام مجاهدؒ کا ایک قول ہے:

”الطاغوت الشیطان فی صورۃ انسان یتحاکمون الیہ وہ صاحب امرہم۔“ (۹۰)
”طاغوت انسان کی شکل میں شیطان ہوتا ہے جس کے پاس لوگ اپنے معاملات فیصلہ کرنے کے لئے لے جاتے ہیں اور وہ ان کا حاکم اور قاضی ہوتا ہے۔“

ابن جریر طبریؓ فرماتے ہیں:

”صحیح بات یہ ہے کہ طاغوت اللہ کے مقابلے میں ہر کشمکشی کرنے والے کو کہا جاتا ہے جس کی اللہ کے سوا بندگی کی جاتی ہو۔ خواہ اس نے جرأۃ لوگوں کو اپنا تابع دار بنالیا ہو یا پھر لوگوں نے برضاؤ رغبت اس کی پوجا اور بندگی شروع کر دی ہو۔ انسان ہو شیطان ہو، بت ہو یا کوئی اور چیز ہو۔“ (۹۱)

قرآن و سنت اور آثار صحابہؓ کے اقوال سے اسلامی حکومت کے قیام کے لئے ہر فرد کو (اصول و ضوابط) میں رہ کر جدوجہد کرنی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ تعالیٰ کا قانون ہی زیادہ بہتر فوائد و ثمرات دے سکتا ہے۔

حوالہ جات

- ١۔ سورۃ البقرہ، ٣٠:٢
قرطی، حافظ ابو عمر یوسف ابن عبد البر انغری، الجامع لاحکام القرآن، جلد ا، بیروت: دار الحیاء ارث اعرابی، ص ٢٦٢
- ٢۔ محمد غضنفر، اصول دین، لاہور: مرکز دعوۃ اسلامیہ، ١٩٧٦، ص ٢٧٢
- ٣۔ تفتیاز افانی، مسعود بن عمر، شرح المقادی فی علم الکلام، لاہور، دار المغارف انھمایی، ١٤٥٢ھ، ٢، ص ١٣٠
- ٤۔ ابن تیمیہ نقی الدین ابوالعباس احمد، مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ، بیروت، دار المعرفۃ، ١٤٣٩ھ، ٢، ص ٣٩٠
- ٥۔ مسلم، ابو الحسن مسلم بن الحجاج قشیری، صحیح مسلم، ١٣٨٢ھ، ٣، ص ١٣٨
- ٦۔ ایضاً، ١٣٧٨/٣
ابوحنیفہ نمان بن ثابت (لنہوپ)، شرح الفقہ الاکبر، مصر، دار البشائر، ١٣٣٩ھ، ص ١٣٦
- ٧۔ الماوردی، ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب، الاحکام السلطانی، ٢، ص ٥
- ٨۔ ابن حزم، ابو محمد علی بن حزم طاہری، افضل بین الملک و النخل، بیروت: منتشرات دار الافق الجدید، ١٩٨٠ء، ٢، ص ٨٧
- ٩۔ اقبال، محمد زاہد، عصر حاضر میں غلبہ دین کا نبی طریقہ کار، لاہور، ادارہ نشریات محمد حسن، ٢٠٠٨ء، ص ٢٥٨
- ١٠۔ امام الحرمین، غیاث اللامم، بیروت، مکتبۃ الاسراء، ١٤٢٨ھ، ٣، ص ٣٥٩
- ١١۔ مسلم، ابو الحسن مسلم بن الحجاج قشیری، صحیح مسلم، ١٣٠٢ھ، ٣، ص ٣٥٩
- ١٢۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، ٣، ص ٣٣٢
- ١٣۔ البغوری، محی النہیۃ الحسین بن مسعود الغراء، مصانیح المنیۃ، ١٤٣٣ھ، ٣، ص ١٣٨١
- ١٤۔ مسلم، ابو الحسن مسلم بن الحجاج قشیری، صحیح مسلم، ١٣٠٢ھ، ٣، ص ١٣٧
- ١٥۔ ایضاً، ١٣٨١/٣
سورۃ الاعراف، ٢:٧
١٦۔ سورۃ المائدہ، ٥:٢٣
١٧۔ سورۃ النہیۃ، ٣:٢٠
١٨۔ سورۃ النہیۃ، ٣:١٦
١٩۔ سورۃ الحج، ١٢:١٦
٢٠۔ سورۃ آل عمران، ٣:١٠٣
٢١۔ سورۃ العنكبوت، ٥:٢٣
٢٢۔ محمد اسد، (عبد الرحمن) (متجم) اسلامی اصول ریاست اور حکومت، کراچی: اشرف آباد عالمگیر روڈ، ص ١٠
٢٣۔ اقبال، محمد زاہد، عصر حاضر میں غلبہ دین کا نبی طریقہ کار، ص ٣٦٧
٢٤۔ سورۃ آل عمران، ٣:١٠٣
٢٥۔ جوزی، جمال الدین عبد الرحمن، زادہ امیر فی علم الشفیر، ١، ٢٢٩
٢٦۔ قرطی، حافظ ابو عمر یوسف ابن عبد البر انغری، الجامع لاحکام القرآن، ٣، ٣١، ٣
٢٧۔ دہلوی، شاہ ولی اللہ، محدث، فتح الرحمن، بیروت، دارالنور، ١٤٣٦ھ، ص ٣٢
٢٨۔ دہلوی، شاہ ولی اللہ، ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الکھفاء
٢٩۔ اقبال، محمد زاہد، عصر حاضر میں غلبہ دین کا نبی طریقہ کار، ص ٢٥٧، ٢، ٣٦٨
٣٠۔ محمد اسد، (عبد الرحمن) (متجم) اسلامی اصول ریاست اور حکومت، ص ١٥، ١١، ١٥

- ۳۱۔ سورۃ النَّسَاءِ، ۶۰:۳
۳۲۔ سورۃ النَّسَاءِ، ۳۲:۳
۳۳۔ سورۃ الْمَدَدِ، ۱۰۵:۳
۳۴۔ سورۃ الْمَدَدِ، ۵۰:۵
* چارٹر سے یہاں مراد صرف وحی کی پروپری کرنا ہے
۳۵۔ سورۃ النَّسَاءِ، ۵۳:۳
۳۶۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، اسلامی ریاست، ص ۵۳
۳۷۔ رضوی، سید واجد، احسن طرز حکمرانی، لاہور، مقبول اکیڈمی، ۲۰۰۳، ص ۲۲، ۱۸۲، ۱۸۱
۳۸۔ سورۃ النَّسَاءِ، ۵۹:۳
۳۹۔ رضوی، سید واجد، احسن طرز حکمرانی، لاہور، مقبول اکیڈمی، ۲۰۰۳، ص ۲۰۰، ۲۰۱، ۱۸۲، ۱۸۱
۴۰۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، ۳/۸۱
۴۱۔ ایضاً، ۳/۸۱
۴۲۔ ابن تیمیۃ الدین ابوالعباس احمد، السیاست الشرعیة، ص ۱۶۱
۴۳۔ سورۃ النَّجَّ، ۲۹:۲۸
۴۴۔ سورۃ الکَهْفَ، ۱۰۵:۱۸
۴۵۔ رضوی، سید واجد، احسن طرز حکمرانی، ص ۱۸۲
۴۶۔ محمد اسد، (عبد الرحمن) (مترجم) اسلامی اصول ریاست اور حکومت، ص ۱۲
۴۷۔ اقبال، محمد زاہد، عصر حاضر میں غلبہ دین کا نبیوی طریقہ کار، ص ۱۷۲
۴۸۔ سورۃ المؤمنون، ۵۲:۲۳
۴۹۔ سورۃ آل عمران، ۱۰۵:۳
۵۰۔ رضوی، سید واجد، احسن طرز حکمرانی، ص ۱۸۲-۱۸۱
۵۱۔ محمد اسد، (عبد الرحمن) (مترجم) اسلامی اصول ریاست اور حکومت، ص ۱۳، ۱۲، ۱۱
۵۲۔ اقبال، محمد زاہد، عصر حاضر میں غلبہ دین کا نبیوی طریقہ کار، ص ۲۷۲-۲۷۳
۵۳۔ سورۃ حود، ۹۶:۱۱
۵۴۔ القشیری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، ۱۳۵۷/۳
۵۵۔ سورۃ الکَهْفَ، ۲۸:۱۸
۵۶۔ القشیری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، ۱۳۷۲/۳
۵۷۔ ایضاً، ۳/۱۳۲۵
۵۸۔ القشیری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، ۱۳۷۲/۳
۵۹۔ انصاری، حامد، مولانا، اسلام کا نظام حکومت، ص ۳۶
۶۰۔ انصاری، حامد، مولانا، اسلام کا نظام حکومت، ص ۲۷
۶۱۔ انصاری، حامد، مولانا، اسلامی ریاست، ص ۳۷
۶۲۔ رضوی، سید واجد، احسن طرز حکمرانی، ص ۱۸۸
۶۳۔ سورۃ النَّجَّ، ۲۵:۲۲
۶۴۔ سورۃ النَّجَّ، ۱۳:۱۶
۶۵۔ رضوی، سید واجد، احسن طرز حکمرانی، ص ۲۱
۶۶۔ طبری، ابو جعفر محمد بن جرید بن یزید بن خالد، تاریخ الامم والملوک، ۲۰۰/۲

- ۷۰۔ رضوی، سید واحد، احسن طرز حکمرانی، ص ۲۱
- ۷۱۔ طبری، ابو جعفر محمد بن جرید بن یزید بن خالد، تاریخ الامم والملوک، ۳۶۰/۲
- ۷۲۔ ایضاً، ۳۵۹/۲
- ۷۳۔ ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الحرج، بیروت، دار المعرفة، ۱۹۹۷ء، ص ۱۷
- ۷۴۔ طبری، ابو جعفر محمد بن جرید بن یزید بن خالد، تاریخ الامم والملوک، ۳۹۷/۲
- ۷۵۔ انصاری، حامد، مولانا، اسلام کا نظام حکومت، ص ۲۸
- ۷۶۔ اصلاحی، امین احسن، مولانا، اسلامی ریاست، ص ۲۸
- ۷۷۔ شاہ ولی اللہ، قطب الدین احمد بن شیخ عبدالرحیم، جمیع اللہ البالغۃ، لاہور، المکتبۃ السلفیۃ، ۱۳۲/۱
- ۷۸۔ الماوردی^ر، ابو الحسن علی بن محمد بن عصیب، الاحكام السلطانية، مصر، دار الفکر، ۱۹۷۳ھ، ص ۵
- ۷۹۔ البغدادی^ر، عبد القادر بن عمر، اصول دین، جامع اشرفیہ، لاہور، ص ۱۷۲
- ۸۰۔ ابن حزم^ر، ابو محمد علی بن احمد بن سعید، الحکیم، ۸۵/۱
- ۸۱۔ حنفی، ابو الشکور سالمی، اتمتید فی بیان التوحید، فاروقی مکتب خانہ، دہلی، ۱۳۰۹ھ، ص ۱۷۲
- ۸۲۔ ابن تیمیہ، شیخ الدین ابو العباس احمد، السیاست الشرعیہ، ص ۱۶۱
- ۸۳۔ حنفی، ابن الہمام، مولانا، المساریہ، محمودیہ، مصر، ص ۱۵۶
- ۸۴۔ شاہ ولی اللہ، قطب الدین احمد بن شیخ عبدالرحیم، ازالۃ الاختفاء عن خلافۃ اخلفاء، کراچی، قدیمی کتب خانہ، ۱۹۷۶ء، ۳/۲
- ۸۵۔ طبری^ر، ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن خالد، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۱۸۷۳ء، ۳/۲
- ۸۶۔ اصفہانی^ر، ابو القاسم احسین بن محمد المعروف بالراغب، مفردات القرآن، دار الفکر، مصر، ص ۲۲۲
- ۸۷۔ طبری^ر، ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن خالد، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۱۳۰۳ء، ۳/۲
- ۸۸۔ گوہر حسن، مولانا، اسلامی ریاست، ص ۲۲۸
- ۸۹۔ الرازی^ر، شیخ الدین محمد بن عمر، تفسیر الکبیر و مفاتیح الغیب، ۲۰۸/۲
- ۹۰۔ ابن کثیر^ر، عواد الدین اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، ۳۱۶/۲
- ۹۱۔ طبری^ر، ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن خالد، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۳۱۶/۳